اسلام اور عصر حاضر

مصنف: شیخ علی طنطاوی

ترجمہ: سید شبیر احمد

اسلامک بک پبلشرز

ص ب: ۲۱۰۳، الکویت

دشمنوں کو زیر کر لیتا ہے لیکن ان قوتوں سے بھی بڑی ایک اور قوت ہے جس کے ذریعہ انسان ان معاملات پر فتح پاتا ہے جو مادی قوت اور دشمن سے کہیں زیادہ طاقت ور ہیں اور وہ ہے اخلاقی قوت اس کے وسیلے سے انسان اپنے نفس پر، نفسانی خواہشات و جذبات پر اور لگاوٹوں اور چاہتوں پر غلبہ حاصل کرتا ہے۔

یہ نفسیات کا ایک مسلّمہ مسئلہ ہے جسے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف انداز و الفاظ میں متعدد مواقع پر بیان فرمایا ہے۔ مثلاً آپؐ نے فرمایا: لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرَعَةِ وَلٰكِنَّ الشَّدِيدَ الَّذِي يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ = بہادر وہ شخص نہیں ہے جو فنِ پہلوانی کا ماہر ہو بلکہ بہادر وہ شخص ہے جو غصّہ کے وقت خود پر قابو رکھے۔" اور یہ بات بالکل صحیح ہے اس کے درست ہونے کا اندازہ آپ خود اپنی ذات سے کر سکتے ہیں اگر دشمن کو پچھاڑنے کے لیے قوت کی ایک اکائی درکار ہو تو اپنے غصے پر قابو پانے اور سینے میں بھڑکتی ہوئی آگ کو اس طرح ٹھنڈا کرنے کے لیے کہ آپ اپنی حرکات، آواز، اور لہجہ کے لحاظ سے بھی پُرسکون نظر آئیں سو گُنا قوت کی ضرورت ہوگی اس لیے کہ یہ کام مدِ مقابل کو پچھاڑنے سے سو گُنا مشکل ہے۔ آپ اس کا تجربہ کر کے دیکھ لیں آپ کے پاس ایک شخص لایا جائے جو غُصّہ سے اس قدر اندھا ہو چکا ہو کہ اسے اپنے سامنے کی چیزیں بھی نظر نہ آ رہی ہوں۔ آپ اسے اخلاقِ حسنہ نرمی اور درگزر کا درس دیجیے۔ آپ دیکھیں گے کہ ایسی حالت میں دس ہزار میں سے ایک شخص ایسا ہوگا جو آپ کی بات قبول کر سکے گا۔

ذرا تصوّر کیجیے اگر کسی شخص نے آپ کی محبُوب ترین اور عزیز ترین ہستی کو قتل کر دیا ہو اور آپ کسی نظریے کے داعی ہوں۔ پھر وہ شخص آپ کے پاس آ کر آپ کی دعوت قبول کرنے کا اظہار کرے تو کیا آپ وہ آنسو بھُلا دیں گے جو آپ نے اپنی اس عزیز ہستی کی موت پر آنکھوں اور دل سے بہائے ہوں گے اور اسے معاف کر

دیں گے ؟ اس سوال کا جواب آپ کو معلوم ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب وحشیؓ کو جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل تھے جب وہ مسلمان ہو گئے تو معاف فرما دیا تھا۔ اور آپؐ پر انسان کے فطری تقاضے کا صرف اتنا اثر تھا (جو نہ تو اسلام کے خلاف ہے اور نہ اس سے کسی کو نقصان پہنچتا ہے) کہ آپؐ نے حضرتِ وحشیؓ سے فرمایا تھا: "تم میرے سامنے نہ بیٹھا کرو" اور یہی وجہ ہے کہ حضرت وحشیؓ آپؐ کی نظرِ مبارک سے بچ کر رہتے تھے۔

اسی طرح حضرت ہندؓ حضرت ابوسفیانؓ کی زوجہ جو بحالت کفر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام سے عداوت میں اُس حد کو پہنچ گئی تھیں اور انھوں نے وہ کچھ کیا تھا جو کوئی عورت ہی نہیں کوئی انسان کر ہی نہیں سکتا۔ شاید بھیڑیا اور چیتا بھی نہ کرے یعنی انھوں نے سیدالشہدا۔ حضرت حمزہ کا سینہ چیرا اور آپ کا دل نکال کر چبا لیا تھا۔ یہی ہند جنھوں نے آپؐ کے خلاف یہ سب کچھ کیا تھا جب مُسلمان ہُوئیں تو آپؐ نے ان کا اسلام قبول فرما لیا اور معاف فرما کر انھیں بیعت کر لیا تھا۔

اسی طرح طائف والوں نے آپ کو معلوم ہی ہوگا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا لیکن یہی اہلِ طائف جب مُسلمان ہو گئے تو آپؐ نے انھیں معاف فرما دیا۔ اور یہ لیجئے حسن سلوک کا سب سے بڑا کارنامہ جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے تاریخ کے ہر دور میں سب سے اُونچی مثال ہے۔ مکّہ والوں نے آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو طرح طرح کے مصائب و آلام اور ہر قسم کے ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔ آپؐ کو جسمانی، رُوحانی اور عقیدے کے سلسلے میں ہر طرح کی ایذا پہنچائی۔ آپؐ کے متعلق طرح طرح کی افواہیں پھیلائیں، آپؐ کی اور آپؐ کے ساتھیوں کی شان میں گستاخیاں کیں، مقاطعہ کیا، شعب ابی طالب میں محصور کیا، راستے میں کانٹے بچھائے نماز کی حالت میں آپؐ پر اُونٹ کی اوجھڑی ڈالی، آپؐ کا مختلف طریقوں سے مذاق اُڑایا۔

Marfat.com

اور یہ سلسلہ ایک دو دن یا ایک دو سال نہیں تیرہ سال کے طویل عرصے پر محیط ہے۔ پھر ان لوگوں نے آپؐ کے خلاف جنگ کی، آپؐ کے قریبی عزیزوں اور دوستوں کو قتل کیا، یہاں تک کہ آپؐ کو ان پر فتح حاصل ہو گئی۔ اب ایک موقع آتا ہے کہ یہی لوگ کعبہ کے ماحول میں آپؐ کے حضور ذلیل و خوار کھڑے ہیں اور ان میں کسی قسم کی مدافعت کا یارا نہیں ہے گویا انتقام کا وقت آگیا ہے۔ نہیں انتقام کیسا! اب انتقام کی بات نہ کیجیے، معاملہ اس سے آگے بڑھ کر قانونی سزا کا ہے۔ ایسی قانونی سزا جو ان تمام مظالم و مصائب، چیرہ دستیوں اور ستم شعاریوں کا پورا پورا جواب ہونا چاہیے جو اس طویل مدت تک جاری رہی تھیں۔ آپؐ ان لوگوں سے دریافت فرماتے ہیں: مَا ذَا تَرَوْنَ اِنِّیْ فَاعِلٌ بِکُمْ "کیا خیال ہے میں تمھارے ساتھ کیا سلوک کروں گا"۔

انھیں اپنی تمام کارستانیاں اچھی طرح یاد ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ ان کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیے لیکن ساتھ ہی انھیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ کریمانہ کا خیال آتا ہے۔ آپؐ کے اخلاقِ فاضلہ کی مثالیں ان کے سامنے ہیں اس لیے کہتے ہیں: اَخٌ کَرِیْمٌ وَابْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ = "آپ مہربان بھائی بھی ہیں اور مہربان بھائی کے بیٹے ہیں"۔

اب اہلِ مکّہ اس انتظار میں ہیں کہ آپؐ کی طرف سے کیا فیصلہ صادر ہوتا ہے ویسے یہ ایک حقیقتِ واقعی ہے کہ اس وقت اگر آپؐ ان سب کے قتل کا حکم صادر فرما دیتے تو مؤرّخین میں سے ایک بھی دوست یا دشمن ایسا نہ ہوتا جو اس معاملہ میں آپؐ کے خلاف ایک لفظ بھی لکھتا۔ صورتِ حال ہی ایسی تھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ہی نرالی ہے، آپؐ کا حکم اس موقع پر اتنا مختلف اور اتنا حیرت انگیز تھا کہ کسی کو اس کی توقع نہ ہو سکتی تھی اتنا انوکھا کہ جس نے اس دَور کو بھی حواس باختہ کر دیا تھا اور آنے والے اَدوار میں بھی لوگ انگشت در دہاں اور

سرگرمیاں ہیں۔ آپؐ نے روحی فداہٗ ان سے فرمایا: اِذْ هَبُوْا اَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ "جاؤ تم آزاد ہو۔"

اس وقت مجھے سب سے زیادہ جو بات کھل رہی ہے یہ ہے کہ میں آپؐ کے خُلقِ عظیم کے اس اقدام کو انتہائی اختصار سے پیش کر رہا ہوں۔ میری خواہش تھی کہ صرف آپؐ کے اس موقف کو بیان کرنے کے لیے کم از کم ایک پُورا باب وقف کرتا تاکہ میں اس کے تمام پہلو کما حقہٗ آپ کے سامنے اُجاگر کر سکتا۔ درحقیقت اس موقع پر آپؐ نے جو مثال قائم کی ہے وہ کوئی معمولی بات نہیں ہے اس کے لیے دس ہزار پہلوانوں کی قوت درکار ہے۔

مَیں اکثر حیران ہوتا ہوں کہ ہمارے سیرت نگاروں میں سے متاخرین نے آپ کے معجزات زیادہ سے زیادہ دکھانے بلکہ بعض ایسے معجزات بھی جن کا وجود ہی نہیں آپؐ کی طرف منسوب کرنے کی کوشش کیوں اور کس لیے کی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کی حیاتِ طیبہ کا ہر پہلو اور آپؐ کی سیرت کا ہر منظر و موقف اپنی جگہ خود بہت بڑا معجزہ ہے۔

معجزہ آخر ہوتا کیا ہے؟ کیا ہر وہ کام یا اقدام جو دُوسرے نہ کر سکیں معجزہ نہیں ہوتا۔ آپؐ کی صداقت و دیانت خود بے مثال معجزہ تھی۔ میں جگہ کی قلت کے باعث اس وقت آپ کے سامنے زیادہ مثالیں پیش نہیں کر سکوں گا۔ یہاں میں صرف ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ ایک ایسا واقعہ جس پر سے میں اپنے مطالعہ کے دوران سینکڑوں مرتبہ گزر گیا اور ہر دفعہ میں اسے اس انداز میں پڑھتا رہا جیسے کوئی عام سا واقعہ ہو۔ لیکن پھر ایک دن اچانک میں نے اس پر غور کیا تو مجھے محسوس ہُوا کہ یہ تو عجوبہ روزگار ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک میں اس قسم کے حیرت انگیز واقعات بے شمار ہیں۔ سب جانتے ہیں کہ جب آپؐ نے جانب مدینہ ہجرت فرمائی اور اہل مکہ کی امانتیں لوٹانے کی غرض سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو [illegible]

Marfat.com

چھوڑ گئے تھے۔ آپ نے کبھی غور فرمایا یہ امانتوں کا قصّہ کیا ہے۔ سُنیے! امانتیں آپؐ مُشرکوں کو واپس لوٹا رہے تھے مسلمانوں کو نہیں۔ کیونکہ جس وقت آپؐ نے ہجرت فرمائی ہے وہاں ایک بھی مسلمان باقی نہیں رہ گیا تھا۔ آپؐ مکّہ سے ہجرت فرمانے والے آخری شخص تھے اور آخری مسلمان کے ہجرت کرنے تک آپؐ وہاں اس طرح قیام فرما رہے جس طرح ڈوبتی ہُوئی کشتی کا ناخُدا آخری وقت تک کشتی میں رہتا ہے، اور اس وقت تک نہیں اُترتا جب تک آخری سواری بھی اُتر کر کسی محفوظ مقام تک نہ پہنچ جائے۔ میرا مقصد اس وقت آپؐ کے بے مثال محاسن میں سے اس وصف کو بیان کرنا نہ تھا یہ ذِکر تو ضمناً آگیا۔ امانتوں کا قصّہ یہ ہے کہ:

باوجود اس شدید عداوت اور مخاصمت کے جو مشرکین قریش کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی۔ اپنی امانتیں محفوظ رکھنے کے لیے یہ لوگ پُورے مکّہ میں آپؐ کے سوا کسی دُوسرے شخص پر اعتماد نہ کرتے تھے۔ اب آپ ذرا تصوّر کیجیے کہ دو مختلف گروہ ہیں جو ایک دُوسرے کے جانی دشمن ہیں دونوں گروہوں میں ہر قسم کی جنگ یعنی زبان، ہاتھ، اصُول اور عقیدے کی جنگ مسلسل جاری ہے اس کے باوجود ایک دھڑے والے اپنا مال و نقد دشمن دھڑے کے ایک شخص کے پاس امانت رکھتے ہیں۔

کیا آپ نے کبھی اس قسم کا عجیب واقعہ سُنا ہے؟ اور کبھی اس انداز میں غور کیا ہے کہ اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت و دیانت خود ایک معجزہ نہ ہوتی اور اور اس کے بارے میں شک کرنا محالات میں سے نہ ہوتا تو یہ لوگ دشمن ہوتے ہُوئے اپنی امانتیں آپؐ کے پاس کیسے محفوظ رکھ سکتے تھے؟

یہ تھے جنابِ رسالت مآب حضرت **محمّد** صلی اللہ علیہ وسلّم

اور سُنیے!

Marfat.com

غزوۂ بدر[1] کے دن جس وقت آپ لڑائی سے پہلے صفیں ترتیب دے رہے تھے آپؐ کے دست مبارک میں لکڑی کا ایک ٹکڑا تھا۔ آپؐ نے حضرت سوّاد بن غذیہؓ کو صف سے کچھ آگے بڑھا ہُوا دیکھا، آپؐ نے لکڑی سے ان کے پیٹ پر ٹھونکا دیا اور فرمایا سوّاد سیدھے ہو جاؤ۔ حضرت سوّادؓ نے عرض کیا: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْجَعْتَنِیْ وَقَدْ بَعَثَکَ اللّٰہُ بِالْحَقِّ وَالْعَدْلِ: "یارسول اللہ! آپ نے مجھے دُکھ پہنچایا ہے حالانکہ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے حق و انصاف دے کر بھیجا ہے"۔

اب ذرا آپ اس موقع و منظر کا تصور کیجیے، ایک عام سپاہی فوج کے قائدِ اعلیٰ کے مُنہ آ رہا ہے، اور ایسے بے باکانہ انداز میں گفتگو کر رہا ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے، سالارِ اعلیٰ اس کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔؟

اسے سزا دے گا!؟ یا مُنہ پھیر لے گا!؟ یا اگر بہت ہی فراخ حوصلہ اور شریف الطبع ہُوا تو درگزر سے کام لے کر معاف کر دے گا؟ یا اگر حد سے ہی بڑھ جائے تو اس سے کہے گا بھئی معاف کر دو میں تم سے معذرت کرتا ہوں۔ کیا ان کے علاوہ کوئی اور

---

[1] غزوۂ بدر میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی قائدِ اعلیٰ تھے اور جنگ کی پوری باگ ڈور آپؐ کے دست مبارک میں تھی۔ یہ غزوہ ۱۷ رمضان ۲ھ مطابق ۶۲۴ء میں ہُوا تھا۔ یہ پہلا غزوہ ہے جس میں اسلام نے اپنے دشمنوں سے حساب چکایا۔ اس غزوہ کے نتیجہ میں مسلمانوں کے حوصلے بڑھے اور ان کا بول بالا ہُوا ——— یہ لڑائی ماہ رمضان میں ۱۷ تاریخ کو ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی طرف سے لڑنے والے ۳۱۳ تھے اور مشرکین کی تعداد ۹۵۰ تھی۔ اس کے باوجود فتح مسلمانوں کو ہُوئی اور قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ ارشادِ ربّانی ہے: کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً کَثِیْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۲۴۹ البقرہ۔ "بارہا ایسا ہُوا ہے کہ ایک قلیل گروہ اللہ کے اذن سے ایک بہت بڑے گروہ پر غالب آ گیا ہے۔ اللہ صبر کرنے والوں کا ساتھی ہے"۔ (مصنف)

Marfat.com

صورت بھی ممکن ہے؟

لیکن جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر ایک ایسا اقدام فرمایا جو کوئی دُوسرا نہیں کر سکتا بلکہ کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آسکتا۔ آپؐ نے ان کے آگے اپنا بطنِ مبارک کھول دیا اور وہی لکڑی اسے تھما دی اور فرمایا: اِسْتَقِدْ! یعنی بدلہ لے لو!

ملاحظہ کیجیے، سیّد البشرؐ خود کو قصاص کے لیے پیش فرما رہے ہیں۔ یہ تھے جناب خیر الانام حضرت محمدؐ روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپؐ کی حیاتِ طیبہ کی سیرت بے مثال اس اعتبار سے بھی بہت بڑا معجزہ ہے کہ دنیا کے تمام عظیم انسان آپؐ کے سامنے اس لحاظ سے عاجز و درماندہ ہیں کہ دنیا والوں کے لیے اپنی کوئی ایسی سیرت پیش کر سکیں جو عزت و عظمت، جسمانی قوت، تعمیر و تخلیق کی باقاعدگی، عالی حوصلہ اور بُردبار ہونے، غرض کہ زندگی کے ہر زاویے اور پہلو کے اعتبار سے آپؐ کی سیرت سے مشابہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ نہ تو فتح و کامرانی سے متاثر ہو کر فخر و مباہات کا انداز اختیار فرمایا کرتے تھے اور نہ شکست و ہزیمت آپ کو برافروختہ اور بے حوصلہ کر سکتی تھی۔

دُنیا کے بڑوں میں سے کوئی ایک بھی گھمسان کی خونریز جنگوں میں آپؐ کی پامردی اور ثابت قدمی کی نظیر پیش نہ کر سکا۔ صحابہ کرام میں سے بہادر ترین افراد بھی آپؐ کا سہارا ڈھونڈا کرتے تھے۔ اسی طرح شجاعت و بسالت میں اور بڑے بڑے چوٹی کے سُورماؤں کو زیر کر لینے میں یا فقراء و مساکین کے لیے انکسار اور بیواؤں اور بوڑھی عورتوں کی خدمت اور خبر گیری میں بھی کوئی عظیم سے عظیم انسان آپؐ کی ہمسری نہ کر سکا۔

حق و صداقت میں آپؐ کی ثابت قدمی اور پیامِ الٰہی کو خلوص و صداقت سے پہنچانے میں بھی کوئی دُوسرا آپؐ کا مقابلہ نہ کر سکا۔ آپؐ نے وہ آیات بھی بعینہٖ بیان

Marfat.com

کردیں جو آپؐ کی کسی فروگزاشت کے بارے میں تھیں یا جس میں آپ کو تنبیہہ کی گئی تھی۔ اسی طرح ایفائے عہد اور زبان کی پاسداری میں بھی آپ کا کوئی سہیم و عدیل نہیں ہے ایفائے عہد کے سلسلہ میں خواہ کتنی ہی مشقت و مصیبت کیوں نہ اٹھانا پڑے اور خواہ وہ عہد ذاتی معاملات سے متعلق ہو یا کاروبارِ مملکت سے، آپؐ اسے بہرحال نباہتے تھے۔ آپؐ کے نفاستِ ذوق اور لطافتِ احساس کا یہ عالم ہے کہ آپؐ ہی وہ پہلی برگزیدہ ہستی ہیں جس نے کھانے پینے کے آداب اور لطافت و نظافت کے طور طریقے دنیا کو سکھائے۔

اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو تعلیم دینے کے انداز یا ان کے ساتھ کام کرنے کی وضع میں بھی دُنیا کا کوئی بڑا آدمی آپ جیسی مثال پیش نہ کر سکا۔ آپؐ عام لوگوں کی سی سادہ زندگی گزارتے تھے۔ صحابہ کرام سے مشورہ بھی لیتے تھے اور ان کی باتیں بھی سُنتے تھے۔ مجلس میں ان سے اس طرح غیر نمایاں رہتے تھے کہ سب سے آخر میں جہاں جگہ خالی نظر آتی تشریف فرما ہو جاتے۔ اکثر وہ لوگ جو آپؐ کی زیارت کے لیے باہر سے آیا کرتے تھے مجلس میں ایک ایک شخص کا چہرہ دیکھ کر آپؐ کی تلاش کیا کرتے اور نہ پہچان پانے پر پُوچھا کرتے تھے کہ آپ لوگوں میں سرورِ کائنات جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون صاحب ہیں۔

آنے والوں کے دریافت کرنے کا سبب یہ ہُوا کرتا تھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نشست و برخاست، وضع قطع اور لباس ہر بات میں بالکل اپنے صحابہ کرام ہی کی طرح نظر آتے تھے۔

اسی طرح خواتین کے ساتھ آپؐ کے مہذّب اور حیادارانہ سلوک، گھر کے اندر اپنے اہل و عیال کے ساتھ اخلاق و آداب اور طرزِ معاشرت، صاف اور ستھرے مزاح کے انداز اور کشادہ دلی میں بھی کوئی دُوسرا عظیم شخص آپ کی برابری نہ کر سکا۔ دراصل

Marfat.com

آپؐ کے انکسار اور آپ کی اس کوشش میں بھی کہ آپ کو بادشاہ نہ سمجھا جائے اِک شانِ دلرُبائی تھی۔

آپؐ نے اپنے صحابہ کرام کو اپنی تعظیم کے لیے کھڑا ہونے سے منع فرما رکھا تھا آپؐ اپنے گھر کے سب کام بنفسِ نفیس خود سرانجام دیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اپنے جُوتے بھی خود ہی سی لیا کرتے تھے۔

شاہِ کونین نے پُوری زندگی فقیرانہ بسر کی ہے حصولِ ثروت سے عجز کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف مال و دولت سے بے نیازی کی بنا پر۔ اگر آپؐ چاہتے تو آپؐ کا محل قیصر و کسریٰ کے ایوان سے بھی زیادہ شاندار ہوتا لیکن آپؐ نے تو آخرت کو پسند فرما لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کے حجرے یعنی کُل نو اُمّہات المؤمنین کے رہنے کے لیے جگہ کی لمبائی پچیس[1] میٹر سے زیادہ نہ تھی۔

امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رہائش گاہ صرف ایک کمرے پر مشتمل تھی جو کچی اینٹوں اور گارے سے بنا ہُوا تھا جس میں جگہ اتنی تنگ تھی کہ بیک وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آرام فرمانے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز ادا کرنے کی گنجائش نہ تھی۔ اسی لیے جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تشریف لے جاتے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاؤں ایک طرف کر دیتے تاکہ آپ سجدہ فرما سکیں۔ اور آپ کے خورد و نوش کی کیفیت کیا تھی۔ اُمُ المؤ... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ اکثر مہینہ مہینہ دو دو مہینے اس طرح گزر جاتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آگ ہی نہ جلتی تھی کہ روٹی پکائی جا سکے۔ حاضرین نے دریافت کیا پھر آپ سب کیا تناول فرماتے تھے۔ فرمایا۔ کھجور اور پانی۔ یہ تھا خاندان نبوت علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کا معمول

---

[1] نو ازواجِ مطہرات رضوان اللہ علیہن کے حجرے اس احاطہ پاک میں واقع تھے جہاں اب روضہ اطہر اور گنبدِ خضرا واقع ہے اور اس کی پیمائش کل ۲۵ میٹر ہے۔ (مصنّف)

Marfat.com

خوردونوش۔

بعینہٖ فصاحتِ نطق وبلاغت بیان میں آپؐ کا کوئی ثانی پیدا نہیں ہُوا۔ بقیناً آپؐ دُنیا کے تمام بولنے والوں اور صلاحیت اظہار وبیان رکھنے والوں میں سب سے زیادہ فصیح وبلیغ تھے۔صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم۔ یہ تمام باتیں وہ ہیں جو خود معجزہ ہیں اور یہ چیز اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے ارفع واعلیٰ رسالت اور منصبِ ختم نبوّت کے لیے آپؐ کا انتخاب صرف اسی بنا پر کیا تھا کہ اس نے آپؐ کی تکوین وتخلیق اس انداز میں فرمائی تھی کہ پوری بنی نوعِ انسان میں صرف آپؐ ہی فرد وحید اور یکتا ویگانہ تھے۔ آپ کے محاسن ومکارمِ عالیہ کی نظیر ومثال کسی دُوسرے شخص میں ملنا ممکن ہی نہیں ہے۔صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اہل بیتہٖ وسلّم سلامًا طیّبًا مبارکًا کما تحب وترضیٰ ۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ (الانعام ۱۲۴)۔ یہ بات کہ کون شخص اللہ کے اعزاز واکرام رسالت ونبوت کا حقدار ہے اور اس سے کس طرح کام لینا ہے صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

Marfat.com

Marfat.com

ایمان بالکتب

Marfat.com

○

- یقیناً کسی انسان میں یہ طاقت نہیں کہ قرآن بنا سکے۔ اور یہ بات بھی ناممکن ہے کہ قرآن جیسا کلام اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور عطا کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا کہ آپ تمام انسانوں کو چیلنج دیں کہ وہ قرآن کے مانند ایک ہی سُورت بنا کر لائیں اور یہ چیلنج آج تک قائم ہے۔
- قرآن مجید۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔
- اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ۝ صُحُفِ اِبْرَاهِیْمَ وَ مُوْسٰی ۝ الاعلیٰ۔

○

Marfat.com

قرآن مجید آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مُعجزہ ہے

جولوگ یہ اِدّعا کرتے ہیں کہ قرآن مجید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تالیف وتصنیف ہے وہ ایک طرف تو آپؐ پر نبی نہ ہونے کا الزام عائد کرنے کی گُستاخی کے مرتکب ہو رہے ہیں اور دوسری طرف گویا آپ کو خُدا بنا رہے ہیں. حالانکہ ایک مسلمان شہادت دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اللہ کے رسُول ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قرآن بنا لینا انسان کی طاقت و وُسعت سے باہر ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ قرآن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی طرف سے آ سکے۔ اس لیے جو شخص یہ کہتا ہے کہ قرآن جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تالیف کیا ہے وہ آنحضرت کے لیے صفت الوھیت ثابت کر رہا ہے اور اگر یہ بات نہیں ہے۔

تو مجھے کوئی ایسا شخص بتائیں جو آں حضرتِ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اُمّی ہو، پڑھنا لکھنا نہ جانتا ہو، زندگی بھر کبھی مدرسے نہ گیا ہو، اس کے شہر میں مدرسہ ہی نہ ہو بلکہ وہ رہنے والا ہی ایسی جگہ کا ہو جو مہذب شہروں کی مانند شہر ہی نہ ہو، ایک چھوٹا سا قصبہ ہو جو سیاہ پہاڑوں کے دامن اور ریگستانوں کے پردے میں اس طرح چھپا ہوا ہو کہ نہ تو اسے روم، قسطنطنیہ اور ایران والے جانتے ہوں اور نہ اس قصبے کا کوئی باشندہ یونان و روم کے فلسفہ سے واقف ہو اور نہ ہند و ایران کے ادب سے۔

یہی نہیں وہاں کوئی عالم یا محقق تو کُجا اس زمانے کے کسی چھوٹے دانشور

Marfat.com

کے برابر پڑھا ہُوا کوئی فرد بھی موجود نہ ہو، اور وہ شخص خود بھی اس قصبہ سے نکل کر کہیں گیا ہو تو اسی جیسے کسی چھوٹے قصبے میں یا اس سے ذرا بڑے، مثلاً شام کے علاقہ حوران کے ایک قصبے "بُصریٰ" میں اور وہاں بھی اس کا قیام زیادہ سے زیادہ ایک دو یا چند گنتی کے دن رہا ہو۔

آپ بتائیے کیا ایسے شخص کے لیے قرآن جیسا معجز کلام تخلیق کر لینا ممکن ہے؟ آج اقوام عالم کے ہر دَور کی تاریخ آپ کے سامنے ہے اس میں بڑے بڑے جینیئس اور نابغہ روزگار افراد کے حالات موجود ہیں۔ کیا دُنیا میں زمانے کے کسی دَور میں کبھی کوئی ایسا عجیب اتفاق وقوع میں آیا؟

درست ہے "موزارت" نے دس سال سے بھی کم عمری کے دَور میں موسیقی کی ایک صنف ترتیب دے لی تھی اسی طرح "بشّار" نے بھی اسی عمر میں شعر کہہ لیے تھے۔ یا "جین ائر" کی مؤلفہ (شارلٹ برونٹے) اور اس کی بہن (ایملی برونٹے) جس نے (وُدرنگ ہائٹس) تصنیف کیا ہے یہ دونوں بہنیں اچانک نابغہ روزگار بن گئی تھیں۔ اسی طرح شکسپیئر جس نے کافی ادبی سرمایہ چھوڑا ہے وہ بھی اپنے وقت کے بڑے ادیبوں میں سے نہ تھا اور نہ زیادہ پڑھا لکھا تھا۔ یہ سب باتیں ممکن ہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی گمنام نوجوان جینیئس ہو اور ایک بے نظیر اور حیرت انگیز ناول لکھ ڈالے یا کوئی نیا سائنسی نظریہ دریافت کرلے۔ جینیئس ہونا پڑھے لکھے لوگوں اور یونیورسٹیوں کے سند یافتہ افراد پر ہی موقوف نہیں ہے اکثر جینیئز ایسی جگہ پیدا ہو جاتے ہیں جہاں ان کے ہونے کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن سائنس، ادب یا فنون کے سلسلے میں تاریخ جن جینیئز سے واقف ہے وہ سب کے سب اپنے اپنے زمانے پر زیادہ سے زیادہ ایک صدی کی سبقت لے گئے ہوں گے یا اپنے ہم عصروں سے پچاس فی صد یا سَو فیصد بڑھ گئے ہوں گے۔ بہرحال ان کی سبقت لے جانے کی ایک

حد ہے اور یہ سبقت سمجھ میں آسکتی ہے۔

لیکن پوری تاریخ میں ایک بھی شخص ایسا نہ ملے گا جس کے حالات وظروف آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سے ہوں اور اس نے کوئی ایسی کتاب مرتّب کی ہو جو اپنے ادبی اسلوب کے لحاظ سے حُسن وجمال کا سب سے شاندار مُرقّع ہے، قانون سازی کے میدان میں بھی معراجِ کمال کو پہنچی ہُوئی ہے اور الٰہیّات اور اخبارِ غیبیہ کے سلسلے میں ایسی باتیں بیان کرتی ہے جو کوئی انسان نہ جانتا ہو اور نہ بطورِ خود اپنی انسانی عقل کے ذریعہ دریافت کرسکتا ہو، اس کتاب نے سائنسی علوم کے ضمن میں ایسے قوانین اور بنیادی امور بتادیے تھے جو اس زمانے میں یا اس سے متّصل صدی میں بلکہ اس کے بعد آنے والی دس صدیوں میں بھی کوئی نہ جانتا تھا۔ اس میں ایسے قوانینِ طبعیہ کی طرف بھی رہنمائی موجود ہے جو تیرہ سو سال کے بعد منکشف ہُوئے ہیں بلکہ ایسے قوانین و نوامیس کی طرف بھی اشارے کردیے گئے ہیں جو ابھی تک منکشف نہیں ہُوئے۔

قرآن مجید وہ کتاب ہے جس کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ اس کا مقابلہ کرنے کے لیے پُورے عالم کو چیلنج دے دیں اور آپ نے جن وانس سب کو دعوتِ مقابلہ دی کہ اس کتاب کی مانند دس سورتیں یا صرف ایک سورت ہی بنالائیں۔ لیکن سب عاجز آگئے۔ اور یہ چیلنج آج تک قائم ہے۔ اور جن وانس آج بھی اسی طرح عاجز و درماندہ ہیں۔

قرآن مجید کا اعجاز ایک حقیقت واقعہ ہے لیکن آپ اس پر علمائے بلاغت کے انداز میں بحث کرتے ہُوئے خاص خاص مواقع اعجاز کی نشاندہی نہ کیجیے۔ دراصل یہ اعجاز صرف اس کے الفاظ میں یا امورِ غیبیہ کی اطّلاع دینے یا اس کے کسی ایک حصّے یا پہلو میں نہیں ہے وہ تو بتمام وکمال مجسمہ حسن وجمال ہے یہ دوسری بات ہے کہ ہر دیکھنے والا اپنے اپنے زاویہ نگاہ سے اپنے مخصوص انداز میں اس کا جمال

Marfat.com

دیکھتا ہے۔

آپ نے انسانی شخصیت کی تحقیق کرنے والے شعبے کے اس سربراہ کا واقعہ سُنا ہوگا جو قرآن مجید کی یہ آیت : بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ ۝ القیامہ "ہم تو ان کی اُنگلیوں کی پور پور تک ٹھیک بنا دینے پر قادر ہیں" سُن کر مسلمان ہوگیا تھا۔ اسے خیال آیا کہ ہاتھ کے پوروں کا ہی خاص طور پر کیوں ذکر کیا گیا ہے۔ آخر اس میں کون سی خصوصیت ہے۔ ظاہر ہے اس میں انگلیوں کے مخصوص نشانات ہیں اور یہ قدرتِ الٰہی کا ایک معجزہ ہے کہ رُوئے زمین پر دو شخص بھی ایسے نہ ملیں گے جن کی انگلیوں کے نشانات ایک جیسے ہوں۔ واقعی یہ ایک عجیب کرشمہ ہے لیکن ہم پر اس کا انکشاف حال ہی میں ہوُا ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بلکہ اس کے بعد کی دس صدیوں میں بھی اس عجیب و غریب حقیقت سے کوئی شخص واقف نہ تھا۔

یہی وہ اُمور ہیں جن کی وجہ سے یہ بات ماننے پر مجبور ہونا پڑتا ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور خود اسی نے آپؐ پر نازل فرمایا ہے۔ قرآن مجید میں اس قسم کی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں اور ہمیشہ لوگ ایسے حیرت انگیز نکتے قرآن مجید میں دریافت کرتے رہیں گے۔ جب بھی کوئی پڑھنے والا اسے بغور پڑھے گا تو اس کے اعجاز کا کوئی ایسا اچھوتا پہلو اس کے سامنے آئے گا جو دوسروں کو نظر نہ آسکا ہوگا۔ اس لیے کہ اس کے عجائبات نہ ختم ہونے والے اور ابدی ہیں۔

اسی بنا پر ضروری ہے کہ ہر دَور میں قرآن کی جدید تفسیر اس انداز سے کی جائے کہ مختلف شعبہ ہائے علوم سے تعلق رکھنے والے متخصّصین مثلاً ماہرین علم الحقوق، علم الفلکیات، علم النفس، علم الاجتماع اور ادباء و مؤرخین اپنے اپنے علم کے زاویۂ خیال اور اپنے اپنے نقطہ نگاہ سے قرآن مجید کی تفسیر کریں۔ ان

سب لوگوں کو قرآن حکیم میں اپنے اپنے مخصوص علوم سے متعلق بہت وسیع میدان ملے گا اور اپنے اپنے علم اور تخصّص کے اعتبار سے اس بات کی دلیل ملے گی کہ قرآن درحقیقت کلام اللہ ہے۔

سب رسولوں کے معجزے ایک بار ظہور میں آئے اور ختم ہو گئے۔ لیکن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ایسا ابدی اور دوامی ہے جو روزانہ دہرایا جاتا ہے۔ دوسرے تمام رسولوں کے معجزے جو اُن کی رسالت کا ثبوت پیش کرنے کے لیے انھیں دیے گئے ان کی رسالت کا جُزو نہ تھے خارجی امور تھے۔ لیکن جنابِ خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ایسا معجزہ ہے جو بذاتِ خود آپؐ کی رسالت کا پیغام ہے۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اخوانہ من الانبیاء والمرسلین۔

آسمانی کتابوں پر ایمان

ہم مسلمان قرآنِ حکیم پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور ان تمام باقی کتابوں پر بھی جن کی اطّلاع ہمیں قرآن کریم نے دی ہے۔ یہ کتابیں صحف ابراہیم و موسیٰ علیہما السّلام یعنی توراۃ اور زبورِ داؤد علیہ السّلام اور انجیلِ عیسیٰ علیہ السّلام ہیں۔

اور قرآن مجید ان سب پر حاوی اور وہ میزان ہے جس کے ذریعہ ان پہلی آسمانی کُتب کے تحریف شدہ اور صحیح حصّہ کا علم ہوتا ہے۔ ارشادِ باری تعالےٰ ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ۔ المائدہ (۴۸) "پھر اے محمدؐ! ہم نے تمھاری طرف یہ کتاب بھیجی جو حق لے کر آئی ہے اور الکتاب میں سے جو کچھ اس کے آگے موجود ہے اس کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ و نگہبان ہے"۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ ان کتابوں کے سلسلے میں جو کچھ ہمیں قرآن کریم نے بتایا ہے اس پر ہمارا ایمان ہے اور جو شخص ان کتابوں کے اس حصہ کا انکار کرے گا

Marfat.com

جو قرآن میں مذکور ہے ہم اسے کافر قرار دیں گے۔ اسی طرح ان کتابوں کا جو حصّہ قرآن کریم میں دی گئی اطلاعات کے مطابق ہوگا اس کے متعلق ہمارا یقین ہے کہ اس میں تحریف نہیں ہُوئی وہ صحیح حالت میں باقی ہے اور ان کتابوں میں جو باتیں قرآن مجید کے خلاف نظر آئیں گی اس کے متعلق ہم یقین کرلیں گے کہ وُہ اصلی حالت میں نہیں ہیں تحریف شُدہ ہیں۔

صحفِ ابراہیم

اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے کہ جو کچھ صحفِ ابراہیم میں تھا وہی صحفِ مُوسٰے میں دہرایا گیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ۳۶ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى ۳۷ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۳۸ الیٰ اٰخرالایات۔ النجم۔" کیا اسے ان باتوں کی کوئی خبر نہیں پہنچی جو موسٰی کے صحیفوں اور اس ابراہیم کے صحیفوں میں بیان ہوئی ہیں جس نے وفا کا حق ادا کر دیا۔ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دُوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا:" ان آیات کے آخر تک جو مضمون ہے وہ صحف ابراہیم اور صحف موسٰی میں بیان ہو چکا ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کی اس آیت میں بھی صحفِ ابراہیم و صحفِ موسٰی میں مذکور تعلیمات کا حوالہ ہے: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۱۴ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۱۵ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۱۶ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۱۷ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۱۸ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۱۹ الاعلیٰ:" فلاح پاگیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے ربّ کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی۔ مگر تم لوگ دُنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔ یہی بات پہلے آئے ہُوئے صحیفوں میں کہی گئی تھی۔ ابراہیم اور موسٰی کے صحیفوں میں۔

توراۃ

توراۃ بھی اللہ تعالےٰ کی کتاب ہے اس میں انسانوں کے لیے ہدایت اور اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں۔ ارشاد ہے: وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَاةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ..... ۴۳ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ ۴۴ = المائدہ (۴۴)۔ "اور یہ تمھیں کیسے حکم بناتے ہیں جبکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا حکم لکھا ہوا ہے"..... "ہم نے تورات نازل کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی"۔

توراۃ کے احکام کے بارے میں ہمیں جو اطلاع دی گئی ہے اس سلسلے میں یہ آیت بھی ہے: وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ط المائدہ (۴۵) تورات میں ہم نے یہودیوں پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت اور تمام زخموں کے لیے برابر کا بدلہ۔

ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ توراۃ میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارت بھی تھی۔ ارشاد ہے: اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۔ الاعراف (۱۵۷) "جو اس پیغمبر نبی اُمّی کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انھیں اپنے ہاں تورات میں لکھا ہوا ملتا ہے"۔ نیز اس میں مومنین کی تعریف کی گئی ہے ملاحظہ ہو: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۚ ۔ الفتح (۲۹)۔ "محمد اللہ کے

Marfat.com

رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کُفّار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں۔ تم جب دیکھو گے انھیں رکوع و سجود اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے۔ سجود کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں جن سے وہ الگ پہچانے جاتے ہیں۔ یہ ہے ان کی صفت تورات میں"۔:

زبور

ارشاد باری تعالیٰ ہے : وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۝۱۶۳ النساء۔ "ہم نے داؤد کو زبور دی" اور یہ بھی اطلاع دی ہے کہ زبور میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس میں صالحین کو زمین کا وارث بنانے کا ذکر بھی ہے۔ ارشاد ہے : وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ۝۱۰۵ الانبیاء:" اور زبور میں ہم نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے"۔ اس آیت میں زمین سے مُراد جنّت ہے کیونکہ اس دوسری آیت میں جنتیوں کی زبانی بیان کیا گیا ہے: وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ج الزمر (۷۴) "اور وہ کہیں گے شکر ہے اس خُدا کا جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہم کو زمین کا وارث بنا دیا اب ہم جنّت میں جہاں چاہیں اپنی جگہ بنا سکتے ہیں"۔

انجیل

ارشاد باری تعالیٰ ہے : وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ - المائدہ (۴۶) :" اور ہم نے اس کو انجیل عطا کی جس میں رہنمائی اور روشنی تھی اور وہ بھی توراۃ میں سے جو کچھ اس وقت موجود تھا اس کی تصدیق کرنے والی تھی"۔ قرآن مجید میں یہ بات بھی بتائی گئی ہے کہ اصل انجیل

Marfat.com

جو نازل کی گئی تھی اس میں شریعت کے قانونی احکام بھی موجود تھے۔ ارشاد ہے :-
وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ط المائدہ (۴۷)" ہمارا حکم تھا کہ اہل انجیل اس قانون کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ نے اس میں نازل کیا ہے۔" اور یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ انجیل میں توراۃ کے سخت احکام کو معتدل بنایا گیا تھا۔ ارشاد ہے :- وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ۔ آلِ عمران (۵۰)"۔ اور میں (حضرت عیسٰی علیہ السلام) اس تعلیم و ہدایت کی تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں جو توراۃ میں سے اس وقت میرے زمانے میں موجود ہے اور اس لیے آیا ہوں کہ تمہارے لیے بعض ان چیزوں کو حلال کر دوں جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔"

اور انجیل میں بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارت اور آپؐ پر ایمان لانے والوں کے اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔

اور ہم مسلمان ان تمام صحیفوں پر اور توراۃ، زبور اور انجیل پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا احترام کرتے ہیں۔ اسی طرح تمام انبیاء کی جن میں حضرت ابراہیم، حضرت موسٰی، حضرت داؤد اور حضرت عیسٰے علیہم السلام شامل ہیں تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

خاتمۂ کتاب

Marfat.com

○

- مُسلمان کسی معاملہ پر مناظرہ سے نہ تو ڈرتا ہے اور نہ گریزاں ہے۔ اسلام میں ہر بات کے لیے حُجّت، دلیل اور بُرہان موجود ہے۔
- بعینہٖ اسلام

اُن لوگوں سے بھی جو اسلام کے خلاف کسی بات کا اِدّعا کرتے ہیں دلیل و ثبوت کا مُطالبہ کرتا ہے:

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۝ ۱۱۱ - البقرہ -

○

یہ تھے اسلام کے بنیادی عقائد

جو شخص ان باتوں پر ایمان لے آئے اور ان کے علاوہ بھی آسمان و زمین اور تخلیقِ انسان کے سلسلے میں جو کچھ قرآن مجید نے بتایا ہے اس پر اعتقاد رکھے۔ اور اس اعتقاد کے اثرات اس کے عمل میں بھی ظاہر ہونے لگیں۔ وہ شخص ایسا کامل مسلمان ہے جو قرآن کو صحیح اور حق بھی سمجھتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے۔ صرف بے سوچے سمجھے قرآن کی تلاوت کر لینے اور عمل کے بغیر محض اس کی موسیقی سے لطف اندوز ہونے اور گا کر پڑھنے کو کافی خیال نہیں کرتا۔ بلکہ اسے اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنا کر اس کے احکام کے مطابق حلال و حرام کا فیصلہ کرتا ہے، فرائض و واجبات پر عمل کرتا ہے اور جن باتوں سے منع کیا گیا ہے ان باتوں سے باز رہتا ہے۔

دنیا کے دوسرے مذاہب اگر صرف عبادت گاہوں تک محدود ہیں تو کم از کم اسلام ایک ایسا دین ہے جو صرف مسجد کے لیے نہیں ہے، بلکہ یہ دین مسجد، گھر، بازار، ایوانِ حکومت اور حالاتِ جنگ و صلح سب کے لیے ہے۔ اسلام ہر وقت مسلمان کے ساتھ رہتا ہے اور اسے بتاتا رہتا ہے کہ کیا چیز اس کے لیے مباح ہے اور کون سی حرام ہے۔ مسلمان خواہ تنہا ہو یا اپنے اہل خانہ کے ساتھ، تجارت کر رہا ہو یا کوئی اور کام اسلام اس کا رہبر و رہنما ہے۔ مسلمان کا کوئی اقدام اسلام کے احکام خمسہ (جن میں سے چار واجب[1] و مندوب[2]۔ اور حرام[3] و مکروہ[4] ہیں اور پانچواں اباحت اصلیہ ہے) سے باہر نہیں ہوگا (پہلے چار اقسام کے احکام تعیین و تفصیل بیان کر دیے گئے ہیں اور ان کے علاوہ سب اشیا مباح قرار دے دی

Marfat.com

گئی ہیں)۔

دُوسرے مذاہب کے نقطہ نگاہ سے دین صرف عبادات کا نام ہے۔ ان میں دین کا سیاست اور علم وسائنس سے کوئی واسطہ نہیں لیکن اسلام میں ایسا نہیں ہے۔ اسلام عبادت بھی ہے اور شہری، تعزیری اور بین الاقوامی قانون بھی۔ دفتری نظام بھی ہے اور فطری مذہب بھی۔ علم وسائنس بھی ہے اور سیاست بھی۔ عمل بھی ہے اور جہاد بھی۔ فقہ کی کسی کتاب کو کھول کر دیکھ لیجیے اس کی فہرست میں آپ کو یہ تمام پہلو واضح طور پر ملیں گے۔

دُوسرے مذاہب میں اگر عبادت صرف نماز ہے تو اسلام میں صرف نماز روزہ ہی عبادت نہیں ہے بلکہ انسانوں کو فائدہ پہنچانے والا ہر کام اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کی نیت سے کیا جائے عبادت ہے۔

اگر آپ مذاہبِ عالم میں دین عبادات اور دینِ علم وسائنس کے نقطۂ نگاہ سے تفریق کریں گے تو اسلام علم وسائنس کا دین ہے۔ قرآن مجید میں سب سے پہلے جو لفظ نازل ہُوا وہ "اِقْرَأْ" (پڑھ) تھا۔ "قاتل" (جنگ کرو) یا "اِجْمَعِ الْمَالَ" (مال جمع کرو) یا "اِزْهَدْ فِی الدُّنْیَا" (دنیا چھوڑ دو) نہیں تھا۔ پھر قرآن مجید میں پہلے "اقرأ" نازل ہُوا۔ اس کے بعد "علم" کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح قرآن میں اللہ تعالیٰ نے انسان پر مال وقوت یا جاہ ومرتبہ عطا فرمانے کا احسان کہیں نہیں جتایا البتہ علم سکھانے کا احسان جتایا ہے۔

پھر ہر وہ علم جس کی اسلامی معاشرے کو ضرورت ہو اس کا سیکھنا از رُوئے اسلام ہر مسلمان پر جو سیکھنے کی قدرت رکھتا ہو فرض کفایہ ہے۔ غور کیجیے، کیا دُنیا میں اسلام کے علاوہ کوئی دین ایسا ہے جو کیمسٹری، طب، ہوابازی وغیرہ کا سیکھنا دینی فریضہ قرار دیتا ہو۔

Marfat.com

اسلام غنا اور ثروت کا دین ہے۔ قرآن مجید میں مال کو خیر کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو: وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝ العادیات "اور وُہ (انسان) مال و دولت کی محبّت میں بُری طرح مبتلا ہے"۔ اسی طرح وصیت کے بیان میں کہا گیا ہے: اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ج البقرہ (۱۸۰) "اور اگر وہ اپنے پیچھے مال چھوڑ رہا ہو"۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان غنی اور مال دار ہوں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ مال جائز اور حلال ذرائع سے حاصل کیا جائے۔ اور مال و دولت مسلمان کے ہاتھ میں ہو دل میں نہ گھُس بیٹھے۔ مال اور کائنات کی ہر چیز انسان کے لیے مسخر کر دی گئی ہے۔ انسان مسلمان ہونے کی حیثیت سے محسوس کرتا ہے کہ وہ اللہ کا عبد ہے اور اسی ناطے مسلمان اس پُوری کائنات کا مالک ہے اور اس پر اسی طرح اختیار رکھتا ہے جس طرح کوئی مالک و آقا اپنی مملوک و مقبوض چیز پر اختیار رکھتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے اشیائے موجودات میں جو فائدہ چُھپا رکھا ہے مسلمان اسے تحقیق و اکتشاف کے ذریعے حاصل کرتا ہے لیکن ان اشیاء کی اصل حیثیت برقرار رکھتا ہے ذاتی طور پر ان اشیاء کو عظیم نہیں مانتا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے یہ خود ان کا عبد بن جائے گا اور ان کو اللہ تعالےٰ کا شریک مان کر ان کی بھی عبادت کرنے لگے گا۔ گویا شرک کا مرتکب ہو گا۔

مال کو اللہ تعالیٰ نے فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ اب اگر آپ اسے جمع کر کے چُھپا دیتے ہیں اور پھر اس کی حفاظت کرتے ہیں تو آپ نے اس سے نفع نہیں اٹھایا بلکہ آپ اس کے غُلام اور عبد ہو گئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تَعِسَ عَبْدُ الدِّرْهَمِ "مال و دولت کا غلام ہلاک ہو گیا"۔

اسی طرح لباس جسم ڈھانپنے اور سردی سے حفاظت کے لیے ہوتا ہے اگر آپ اسے اتنا اہم اور عظیم خیال کرنے لگیں کہ اسے سینت سینت کر رکھیں اور اس سے محبت کرنے لگیں اور فائدہ نہ اُٹھائیں تو آپ لباس کے بھی غُلام بن

Marfat.com

گئے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: تَعِسَ عَبْدُ الْخَمِیْصَۃِ "لباس کا غلام ہلاک ہوگیا" اسلام قوت وشوکت کا دین ہے لیکن کسی پر ظلم روا نہیں رکھتا ہے۔ اسلام دنیا اور آخرت دونوں کے لیے ہے: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً ۔ البقرہ (۲۰۱) "اے ہمارے رب ہمیں دُنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی"۔ اسلام کا تقاضا مسلمانوں سے یہ ہے کہ وہ سچے اور پکے مسلمان بن کر شریعت کی پیروی کریں۔ اور اس کے ساتھ ساتھ دُنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ، سب سے زیادہ طاقت ور سب سے زیادہ صاحبِ علم اور سب سے زیادہ مال دار قوم بن کر رہیں تاکہ دنیا اور آخرت کی ہر بھلائی ان کے پاس جمع ہوجائے۔

نیز ہر مسلمان کو یہ بات بھی یاد رہنا چاہیے کہ ان باتوں کے علاوہ مسلمان پر ایک اور فرض بھی عائد ہوتا ہے اور وُہ ہے اغیار میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت حکیمانہ انداز میں تلقین اور احسن طریقے پر دعوت الی اللہ۔ ہم کسی کو مسلمان ہونے پر مجبور نہیں کریں گے۔ قرآن میں واضح طور پر بتا دیا گیا ہے: لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ۔ دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے"۔ بلکہ ہم اغیار کے سامنے اسلام کی خوبیاں پیش کریں گے تاکہ وہ اس کی طرف راغب ہوں۔ لیکن اس دعوت وتبلیغ کے لیے صرف زبانی گفتار کافی نہیں ہے بلکہ ہم پر زبانِ حال سے بھی تبلیغ کرنا ضروری ہے اور وہ صرف اسی طرح ہوسکتی ہے کہ اسلامی معاشرہ اسلامی قوانین وضوابط کا عملی نمونہ ہو۔ دراصل ہماری موجودہ حالت وکیفیت تو ایسی ہے کہ اس کی وجہ سے اسلام کی تصویر ہی مسخ ہوگئی ہے اور اتنی بھیانک نظر آتی ہے کہ لوگ دیکھ کر نفرت کرنے لگتے ہیں اور اس سے دُور بھاگتے ہیں۔ اسلام کی دعوت وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ سلیم العقل ہو تاکہ دلائل دے کر دُوسروں

کو قائل کرسکے، اسلام کا پورا علم ہو تاکہ اسے بہترین انداز میں پیش کرسکے۔ اس کا نئی تعلیم سے بھی بہرہ ور ہونا ضروری ہے تاکہ لوگوں سے اس زبان میں بات کرسکے جو وہ سمجھتے ہوں۔ نفیس آداب و اخلاق سے آراستہ اور پسندیدہ شخصیت کا مالک ہو۔ تند خو، اکھڑ، خشک مزاج اور اُجڈ نہ ہونا چاہیے۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ اسلام کسی مسئلہ پر مناظرہ سے گریزاں نہیں اور نہ بحث و استدلال سے ڈرتا ہے۔ اسلام میں ہر بات کے لیے حجت دلیل اور برہان موجود ہے۔ اسی طرح اسلام ان لوگوں سے بھی جو اسلام کے خلاف کسی بات کا ادعا کرتے ہیں، دلیل و ثبوت کا مطالبہ کرتا ہے: قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ" البقرہ۔ ان سے کہو اپنی دلیل پیش کرو اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو۔ دوسری جگہ ہے: وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللهِ إِلٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ" = المومنون (۱۱۷) "اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے جس کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں"۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کے پاس کوئی دلیل ہے تب بھی ان کے لیے توحید کے خلاف اپنا دعویٰ ثابت کرنا محال ہے۔ اے کاش اگر ایسے مبلغین اور دعوت الی اللہ دینے والے لوگ میسر آجائیں تو اس وقت پوری دنیا اسلام قبول کرسکتی ہے۔ ہمیں یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہیے کہ اس دین کو خود اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اور ساتھ ہی اس نے اس کی حفاظت کا وعدہ بھی فرمایا ہے: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ" الحجر۔ رہا یہ ذکر تو اس کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں"۔ گویا اسلام تو ہر حالت میں باقی رہے گا اور انجام کار فتح اس کیلیے مقدر ہے۔ لیکن اب یا تو ہم مسلمان خود اپنے دین اصلی کی طرف رجوع کریں، اس صورت میں اس کامیابی کا سہرا دنیا میں ہمارے سر رہے گا اور آخرت میں بھی وہ ثواب ہمیں ملے گا جس کا وعدہ دین اسلام نے ہم سے کیا ہے۔ اور یا پھر اللہ تعالیٰ ہمارے بجائے

Marfat.com

کسی دوسری قوم کو یہ توفیق عطا فرمائے گا کہ وہ مُسلمان ہو کر دعوت و تبلیغ کے فریضہ سے عُہدہ برآ ہوں اور اسلام کا دفاع کریں۔

ہم اس بات سے اللہ تعالےٰ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہمیں راندۂ درگاہ قرار دے کر یہ ذمّہ داری ہماری بجائے کسی دُوسری قوم کے سپُرد فرمائی جائے ہم اس سے التجا کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے دین کی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور اسلام کی فتح و کامرانی ہمارے مُقدّر میں ہو۔ ہمارے گناہ معاف فرمائے اور ہم پر رحم فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا: اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

Marfat.com

Marfat.com

اسلامی تہذیب

- اسلامی تہذیب و تصریحات ---- مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی
- فضائل قرآن ---- مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی
- باب الصوم ---- مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی
- انسانی زندگی میں جمود و ارتقاء ---- محمد قطب
- حب مدید جاہلیت ---- محمد قطب
- اسلام اور معاشی تحفظ ---- یوسف القرضاوی
- اسلام کا روشن چہرہ ---- سید قطب
- اسلام اور جدید ذہن کے شبہات ---- محمد قطب
- مذہب اور تجدید مذہب ---- عبدالحمید صدیقی

297.6 914 ع
28048-U-67

بدر پبلی کیشنز

Marfat.com

شیخ علی طنطاوی

مصنف

ترجمہ: سیّد شبّیر احمد

اِسلامک بُک پبلشرز

ص ب: ۲۱۰، الکویت

Marfat.com